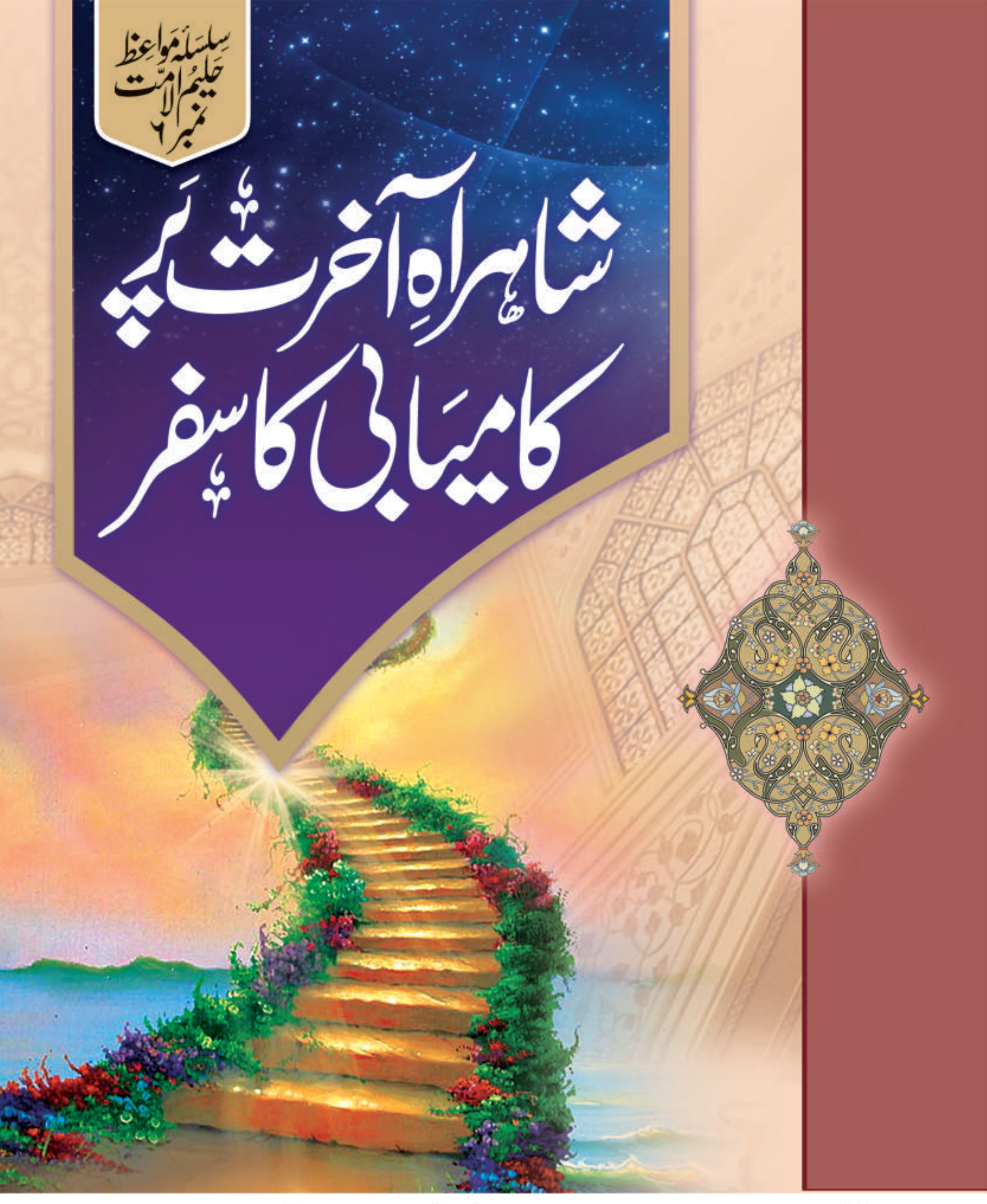


حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
گلشن اقبال • گلستانِ جوہر کراچی پاکستان

مواعظ حلیم الامّت نمبر ۶

شاہراہِ آخرت پر کامیابی کا سفر

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

فرزند و نائب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز بیعت

شیخ المشائخ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

اور

شیخ المشائخ محی السنّہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور والد ماجد

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

محمد مظہر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

وعظ : شاہراہِ آخرت پر کامیابی کا سفر

واعظ : حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بمقام : خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

مرتب : یکے از خدام حضرتِ والا دامتِ برکاتہم

تاریخ اشاعت : ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸ مئی ۲۰۱۶ء

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : شعبہ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

قارئین ومحبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشرواشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل
نبیرہ وخلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

شاہراہِ آخرت پر کامیابی کا سفر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَقَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَالَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ [1]

ابھی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھے گئے، سبحان اللہ! کیا درد وکیف تھا، خود حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

اس درجہ حلاوت ہے میرے طرزِ بیاں میں
خود میری زباں اپنی زباں چوس رہی ہے

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ مع تشریح

ایک دفعہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے، احقر بھی ساتھ تھا، تو حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”بہت تیزی سے ناموں کی تختیاں تبدیل ہورہی ہیں، جلدی جلدی آخرت کی تیاری کرلو“ ہم اکثر بتاتے ہیں کہ ہمارے والد صاحب کی رحلت ہوگئی ہے، رحلت کا کیا مطلب؟ رحلت کا مطلب ہے ”سفر“ کہ دُنیا سے آخرت کی طرف اُن کا سفر ہوگیا ہے، گویا اب اُن کے نام کی تختی بدل جائے گی، کسی اور ولی، وارث کے نام کی تختی لگ جائے گی۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

تو اصل چیز یہ ہے کہ دُنیا میں رہ کر آخرت کی فکر پیدا ہوجائے، حدیث شریف میں

---

[1] الشوریٰ:۲۰

آتا ہے مُوۡتُوۡ قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا مرنے سے پہلے مر جاؤ، یعنی طولِ امل میں مبتلا نہ ہو کہ یہ نیک عمل کل کر لیں گے، پرسوں کر لیں گے، نہیں! بلکہ فوراً کر لیں، کیوں کہ کل تک زندگی رہے گی یا نہیں، کیا معلوم؟

موت سے پہلے ہی گناہ چھوڑ دیں

نیز حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے موت کے بعد بھی تو گناہ چھوڑنا ہی ہے تو ابھی سے کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ ابھی سے گناہ چھوڑ دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فکرِ آخرت

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک غلام خرید رکھا تھا، اُس کا کام صرف یہ تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "موت" کی یاد دلاتا تھا، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رِیشِ مبارک میں ایک سفید بال آگیا تو اس غلام کو آزاد کر دیا اور فرمایا کہ آج سے تُو آزاد ہے کیوں کہ یہ سفید بال مجھے موت کی یاد دلانے کے لیے کافی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فکرِ آخرت

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خَرَجۡتُ یَوۡمًا اِلٰی مَسۡجِدِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کہ ایک دفعہ میں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا فَوَجَدۡتُّ مُعَاذَ ابۡنَ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ تو میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو پایا قَاعِدًا عِنۡدَ قَبۡرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَبۡکِیۡ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا: مَا یُبۡکِیۡکَ تمہیں کیا چیز رُلا رہی ہے؟ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یُبۡکِیۡنِیۡ شَیۡءٌ سَمِعۡتُ مِنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کہ مجھے ایک بات رُلا رہی ہے جو میں نے اس روضہ والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ یَسِیۡرَ الرِّیَاءِ شِرۡکٌ کہ تھوڑا سا رِیا بھی شرک ہے۔[٢]

---

[٢] سنن ابن ماجۃ: ٢/٢٢٣، باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن، المکتبۃ الرحمانیۃ

تو یہ تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فکرِ آخرت اور دُنیا سے بے رغبتی چناں چہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اُن کے لیے یہ اعلان فرمادیا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کہ اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اس کے باوجود اس قدر رورہے ہیں، گڑگڑارہے ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آہ وفغاں

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے تھے کہ ہر وقت ایک آہ وفغاں تھی، اور آنکھیں ہر وقت اشک بار رہتی تھیں، ایک ڈاکٹر صاحب آئی اسپیشلسٹ تھے، وہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب یہ منظر دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ اُن کی آنکھوں میں کوئی تکلیف ہے؟ درد ہے؟ تو میں نے اُن سے کہا کہ یہ آنکھوں کا درد نہیں بلکہ یہ دردِ دِل ہے جو آنکھوں سے ٹپک رہاہے اور چہرے سے چھلک رہاہے ؎

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھیے

آخرت کی کھیتی کا مفہوم از تفسیر روح المعانی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَۃِ نَزِدۡ لَہٗ فِیۡ حَرۡثِہٖ کہ جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتاہے تو ہم اس کی کھیتی میں خوب اضافہ کردیں گے۔

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَیۡ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ بِاَعۡمَالِہٖ ثَوَابَ الۡاٰخِرَۃِ کہ جو شخص نیک عمل کرتاہے اور اس نیک عمل کا مقصد دکھاوا یا رِیا نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اللہ کے لیے اور ثوابِ آخرت کمانے کی غرض سے ہوتا ہے تو نُضَاعِفۡ لَہٗ ثَوَابًا ہم اس کو خوب بڑھا چڑھا کر ثواب دیں گے، اس قدر کہ بِالۡوَاحِدِ عَشۡرٌ اِلٰی سَبۡعِ مِائَۃٍ ایک نیکی کے بدلے دس دیں گے بلکہ ایک نیکی کے بدلے سترّ نیکیاں دیں گے اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فَمَا فَوۡقَھَا کہ سترّ سے بھی زیادہ جس قدر

چاہیں گے دیں گے، اور جس قدر اُس کا اِخلاص ہو گا اضافہ کر کے عنایات کی بارش کر دیں گے، بس شرط یہ ہے کہ یُرِیۡدُ بِاَعۡمَالِہٖ ثَوَابَ الۡاٰخِرَۃِ کہ عمل سے آخرت کا ثواب مطلوب ہو، دُنیا مطلوب نہ ہو۔

دُنیا آخرت کی کھیتی ہے

اور آگے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا کہ جو شخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اس میں سے اس کو نوازیں گے۔

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں اس کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اَیۡ شَیۡئًا مِّنۡہَا یعنی جو شخص دنیا کے اسبابِ راحت چاہتا ہے ہم اس دنیا کے اسبابِ راحت میں سے شَیۡئًا مِّنۡہَا بہت تھوڑا سا اُس کو دیں گے، صرف اتنا کہ حَسۡبَمَا قَدَّرۡنَاہُ لَہٗ بِطَلَبِہٖ وَاِرَادَتِہٖ اس کی طلب واِرادہ کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جتنا ہم نے اس کے لیے رزق مقدر کیا ہے۔ جتنا رزق اس کے نصیب میں ہے اسی قدر اسے عطا کیا جائے گا۔ وہ جتنا بھی کوشش کر لے، بھاگ دوڑ کر لے، جتنا رزق اس کے لیے مقدر کر دیا گیا ہے اسے اتنا ہی ملے گا۔

تکمیلِ رزق تک موت نہیں آسکتی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ نَفۡسًا لَّنۡ تَمُوۡتَ حَتّٰی تَسۡتَکۡمِلَ رِزۡقَہَا[۳] کہ کوئی شخص اور ذی رُوح اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک کہ وہ اپنا مقرر کردہ رزق مکمل نہ کر لے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا کہ وَمَا لَہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنۡ نَّصِیۡبٍ کہ دُنیا کی کھیتی کرنے والے کے لیے پھر آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب کاروبار بند کر کے گھر میں بیٹھ جائیں، دُنیا کمانے والے کا آخرت میں کوئی حصّہ نہیں اس لیے بس اللہ اللہ کریں، کاروبار بند کر دیں۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ حُدود سے تجاوز نہ کریں کہ صبح وشام بس

۳؎ شعب الایمان: ۶۷/۲ (۱۱۸۵)، باب التوکل باللہ عزوجل والتسلیم لامرہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اِک یہی دُھن لگی ہوئی ہے کہ زِیادہ سے زِیادہ پیسے کمالیں، اُس کی حُدود بیان کرتے ہوئے علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (کہ آخرت میں اس کا کوئی حصّہ نہیں ہوگا) کی تشریح یہ ہے کہ اِذَا كَانَتْ هِمَّتُهٗ مَقْصُوْرَةً عَلَى الدُّنْيَا کہ جب اُس کی ساری کوشش و محنت دُنیا ہی کے گرد گھومتی ہوگی، آخرت کی اُسے فکر ہی نہیں ہوگی تو پھر آخرت میں اُس کا کوئی حصّہ نہیں ہوگا۔[۴]

لیکن اگر دُنیا بھی کمائیں اور آخرت کی فکر بھی کریں تو پھر کمانا اور کاروبار کرنا کوئی بُرا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ ہے کیوں کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ[۵] کہ رزق حلال کمانا دیگر فرائض کے بعد ایک اہم فریضہ ہے، اس لیے آخرت کی فکر کے ساتھ اگر دُنیا کمائی جائے تو کوئی قباحت نہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کاروبار بُرا نہیں بلکہ کار بھی ہو، کاروبار بھی ہو لیکن دِل میں یار ہو، یعنی حُدود میں رہتے ہوئے رزقِ حلال کمانا کوئی بُرا نہیں، ہاں دُنیا کی ہوس بُری چیز ہے۔

آیتِ قرآنیہ اور اعجازِ قرآنی

قرآن کا اسلوب بھی نہایت عجیب و غریب ہے، جب آخرت کی کھیتی کا ذِکر فرمایا تو نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ فرمایا کہ ہم اُس کی آخرت کی کھیتی میں خوب خوب اِضافہ کریں حتّٰی کہ اُس کے اِخلاص کی برکت سے بڑھاتے بڑھاتے اُحد پہاڑ کے برابر اجر دیں گے، اور جب دُنیا کی کھیتی کا ذکر فرمایا تو اسلوب یہ اختیار فرمایا کہ نُؤْتِهٖ مِنْهَا کہ ہم اُسے نوازیں گے اور وہاں فرمایا نَزِدْ لَهٗ کہ اس کے لیے خوب اِضافہ کردیں گے اور پھر فرمایا کہ مِنْهَا یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے کہ دُنیا کا کچھ حصّہ دیں گے، بہت زِیادہ نہیں، لہٰذا آخرت کی فکر اور طلب زِیادہ ہونی چاہیے

۴۔ روح المعانی: ۲۸/۲۵، الشوریٰ (۲۰)، دار احیاء التراث، بیروت

۵۔ کنزالعمال: ۴/۵ (۹۲۰۳)، فصل فی فضائل الکسب، مؤسسۃ الرسالۃ/المغنی عن حمل الاسفار: ۱/۱۷۰ (۶۸۴)، فصل فی القابض واسباب استحقاقہ، مکتبۃ طبریۃ، ریاض

کیوں کہ وہاں اِضافہ ہی اِضافہ ہے جب کہ یہاں جتنا مقدّر میں ہو گا اُتنا ہی ملے گا۔اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں بھی فرمایا کہ:

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ[۶]

کہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

جس سے مُراد یہ ہے کہ جو جیسا اِس دُنیا میں بوئے گا وہ ویسا ہی آخرت میں کاٹے گا، اچھے اعمال کا اچھا بدلہ جب کہ بُرے اعمال کا بُرا بدلہ مقدّر ہو گا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے اللہ! میں آپ کو کیا دوں جو آپ مجھے مِل جائیں؟ تو غیب سے آواز آئی کہ دُنیا و آخرت مجھ پر فِدا کر دو تو میں تمہیں مِل جاؤں گا، اس پر انہوں نے یہ شعر کہا؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتئی
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

کہ اے اللہ! آپ نے اپنی قیمت صرف دوجہاں کو ٹھہرایا، یہ تو بہت کم ہے، اپنی قیمت بڑھایئے کہ ابھی تو آپ بہت سستے معلوم ہوتے ہیں۔

آخرت کی فدا کاری کا مطلب

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دُنیا کا فِدا کرنا تو واضح ہے، کہ جو عمل کیا جائے آخرت کے لیے کیا جائے لیکن آخرت کو فِدا کرنے کا کیا مطلب؟ تو اس کی شرح میں یہ حدیث ذِکر فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ[۷] اے اللہ! میں آپ سے آپ کی رضا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی و جہنم سے پناہ مانگتا ہوں۔اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی کو پہلے ذکر کیا ہے اور جنت و جہنم کو بعد میں ذِکر کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص نیک عمل کرے اور محض

---

۶ فتح الباری:۱۱/۲۳۰(۶۰۴۹)،کتاب الرقاق،دار المعرفة،بیروت

۷ مسند الامام الشافعی:۱۲۳/تفسیر اللباب لابن عادل:۱۷/۵۱۹،الفتح(۲۹)،دار الکتب العلمیة،بیروت

اللہ کی رضا کے لیے کرے، جنت بھی اس کا مقصد نہ ہو تو گویا اس نے آخرت کو بھی اللہ تعالیٰ پر فدا کر دیا، اسی طرح اگر کوئی شخص گناہوں سے صرف اس لیے بچے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی جہنم سے بھی بڑھ کر ہے تو گویا اس نے آخرت بھی اللہ تعالیٰ پر فدا کر دی۔ تقویٰ کا معیار درحقیقت اولیائے صدیقین کی آخری سرحد کا عالی نسبت معیار ہے وگرنہ ضرورت کی حد تک دُنیا جمع کرنا کوئی بُرا نہیں تاکہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے۔

اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتے ہیں وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ[۸] کہ بے شک انسان مال و دولت سے بہت شدید محبت رکھتا ہے یعنی مال کی محبت انسان کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے، جس کو وہ تبدیل نہیں کر سکتا، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو مال کی محبت پر غالب کر دے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ سے سب سے زِیادہ محبت کرتے ہیں۔ پس اگر دُنیا کی محبت ''انچاس فیصد'' ہے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو کر ''اکیاون فیصد'' ہو گئی، تب بھی ان شاء اللہ مواخذہ نہیں ہو گا۔

جگر مُراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی طلبِ صادق اور وِصالِ حق

یہ کیفیت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب فکرِ آخرت پیدا ہو اور دُنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جائے، جیسے جِگر مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ اس قدر شراب پیتے تھے کہ دو لوگوں کے کندھوں کے سہارے اسٹیج پر آتے تھے، لیکن جب آخرت کی فکر دامن گیر ہوئی تو فوراً یہ شعر پڑھا۔

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

ایک دفعہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی، جو اس زمانے میں ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی کمشنر بھی تھے کیوں کہ برٹش دور میں ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی کمشنر

۸؎ العٰدیٰت:۸

دونوں ایک ہی ہوا کرتے تھے، جب اُنہوں نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو حیران رہ گئے، سفید کُرتا، سفید ٹوپی، چہرے پر سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت متأثر ہوئے، پُوچھا کہ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ آپ ڈپٹی کلکٹر ہیں تھری پیس سوٹ میں ہوں گے، لیکن آپ کی وضع قطع تو بالکل الگ ہے، ہم تو جتنے بھی ڈاکٹر، انسپکٹر اور مسٹروں کو دیکھتے ہیں سب کے ناموں کے آگے "ٹر" لگی ہوئی ہے، آپ بھی مسٹر ہیں آپ کی "ٹر" کس نے مِس کر دی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی صحبت کی برکت ہے، تو جگر مراد آبادی نے کہا کہ میں شراب چھوڑنا چاہتا ہوں، اس پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی خانقاہ میں چلے جائیں، جو ایک رُوحانی شِفا خانہ ہے، وہاں ہر قسم کے رُوحانی مریضوں کا عِلاج ہوا کرتا ہے، جگر مراد آبادی نے کہا کہ کیا وہ مجھے اپنی خانقاہ میں رکھیں گے؟ کیوں کہ مجھے تو شراب کی عادت ہے وہاں جا کر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

چھٹتی نہیں منہ سے یہ ظالم لگی ہوئی

تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پوچھ کر بتاؤں گا۔اگلے دِن خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے اس بارے میں دریافت کیا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہیں خانقاہ میں رہنے کی تو اِجازت نہیں مِل سکتی کیوں کہ خانقاہ وقف کی جگہ ہے اور وقف کی جگہ میں شراب پینے کی اِجازت نہیں دے سکتا، ہاں! البتہ اگر چاہیں تو میرے گھر پر رہ لیں، جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کافر کو مہمان بنا سکتے ہیں تو کیا میں ایک گناہ گار مسلمان کو مہمان نہیں بنا سکتا؟ اس کے بعد جِگر مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ہاں مہمان ٹھہرے اور تزکیۂ نفس شروع کر دیا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی چار خواہشات بتلائیں اور دعا کروائی کہ حضرت دعا فرما دیجیے ۱) شراب چھوڑ دوں۔ ۲) بیت اللہ شریف کی زیارت کرلوں۔ ۳) داڑھی رکھ لوں۔ ۴) میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور بروزِ قیامت جنّت نصیب ہو جائے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے لیے دعا کردی، جس کے بعد جِگر نے

شراب چھوڑدی، اور حج بھی کر آئے، جب حج سے واپس ہوئے تو داڑھی بڑھ چکی تھی، آئینے میں اپنی داڑھی دیکھی تو اپنا یہ شعر پڑھا۔

چلو دیکھ آئیں تماشا جِگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگیا

اُمید ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تین دعائیں قبول فرمائیں اِسی طرح چوتھی دعا بھی قبول فرمالی ہوگی، اور جِگر مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی برکت سے اللہ والے بن گئے۔

سُن لے اے دوست جب ایّام بھلے آتے ہیں
گھات مِلنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

اس وجہ سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صحبتِ اہل اللہ کو "فرض" قرار دیتے تھے کیوں کہ اِخلاص کی دولت بدونِ اہل اللہ کی صحبت کے عادتاً نہیں ملا کرتی۔

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی روئیداد اور ایک عارفانہ شعر

ایک دفعہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے، احقر بھی ساتھ تھا، حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کا تو حافظہ ماشاء اللہ اتنا عمدہ ہے کہ جو چیز بھی ایک دفعہ سن لیتے ہیں آپ کو یاد ہو جاتی ہے، اس پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الحمد للہ! ایک دفعہ میری والدہ (ہماری دادی) مرحومہ نے بچپن میں کوئی چیز منگوائی تھی تو دوکان دار نے وہ چیز کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے میں دی تھی، اس کاغذ کے ٹکڑے پر کچھ اشعار لکھے ہوئے تھے، اس وقت پڑھے تھے الحمد للہ! اب تک یاد ہے اور اس وقت وہ اشعار حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کو سنائے، پھر حضرت عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ تو جو کچھ سن لیتے ہیں آپ کو یاد ہو جاتا ہے، لیکن میں ہمیشہ لکھ لیا کرتا ہوں، پھر ایک پرچہ نکالا جس میں اُن کا یہ شعر لکھا ہوا تھا پڑھ کر سنایا۔

اُن سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

یعنی اللہ تعالیٰ سے اگر گہرا تعلّق چاہتے ہو تو ایسے لوگوں سے تعلّق پیدا کرو جو عشق و محبّت کے اسرار سے واقف ہیں، پہلے اُن سے اس راستے کے اسرار و رُموز سیکھو اور اس کے بعد راہِ سلوک میں قدم رکھو۔

لطیفہ

ایک صاحب تھے، طبیعت میں مزاح غالب تھا، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں ساتھ ہوگئے، جب اُنہوں نے سفر میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بچھائے جانے والے پُرتکلّف دستر خوان دیکھے کہ انواع واقسام کے کھانے اُس پر سجے ہوئے ہیں، مرغ بھی خوب ہے تو اس نے کہا کہ حضرت! میں نے آپ کے اس دستر خوان کو دیکھ کر ایک شعر بنایا ہے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا؟ تو اس نے کہا ۔

مُرغ کھانے کی ہے یہی اک راہ
مُرغ کھانے والوں سے راہ پیدا کر

اہل اللہ اور ان کی عملی زندگی کے دو دور

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ارے ظالم! اللہ والے کتنے مجاہدات اُٹھاتے ہیں، تمہیں معلوم نہیں، ذرا سمجھ لو کہ ان فاقہ کش فقیروں کے دو دور ہوتے ہیں: ۱) مجاہدات کا دور۔ ۲) فُتوحات کا دور۔ مُجاہدات کے زمانے میں اللہ والوں پر وہ مشکلات اور پریشانیاں آتی ہیں جن کا آپ لوگ تصوّر بھی نہیں کرسکتے، میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جنگل میں سترہ سال کا عرصہ گزارا ہے، سخت مُجاہدات کا زمانہ تھا، قریب میں تالاب تھا، سخت سردی میں وہیں غسل کرنا پڑتا تھا، حاسدین الگ پریشان کرتے تھے، خیر! اللہ والے مجاہدات کے زمانے میں اپنے نفس کو اندر "مُرغا" بنائے رکھتے ہیں۔

پھر جب اللہ والے ان مُجاہدات سے گزر جاتے ہیں تو پھر ایک اور دور شروع ہوتا ہے، جسے فُتوحات کا دور کہتے ہیں، اس میں دنیا جہاں کے اسبابِ راحت اُن کے قدموں میں آجاتے ہیں اور سارے ''مُرغے'' ''الجنس یمیل الی الجنس''(جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے) کی رُو سے اُن کے دسترخوان پر پہنچ جاتے ہیں، لیکن اُن کے دل فانی دنیا سے خالی ہوتے ہیں اگرچہ وہ نعمتوں میں گھرے نظر آتے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ لوگ اللہ والوں کا صرف فُتوحات کا دور دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ بڑی بڑی گاڑیوں میں گھوم رہے ہیں، مرغن، پلاؤ وبریانیاں کھا رہے ہیں، مُرغے کھا رہے ہیں، ارے! ان کے مُجاہدات کا دور دیکھو پھر معلوم ہوگا کہ اللہ والوں کو یہ مقام کیسے ملا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ اللہ والے آج کل کے جاہل وبے دین پیروں کی طرح نہیں ہوتے، جن کے بارے میں یہ شعر ہے ؎

سارے مُرغے یہ سُن کے سہم جاتے ہیں
جب یہ سنتے ہیں کہ بستی میں کوئی پیر آیا

کل مولانا عبد اللہ برنی صاحب بتارہے تھے کہ ساؤتھ افریقہ کا جب سفر ہوا تھا تو ایک ایک وقت میں کئی کئی دعوتیں ہوتی تھیں اور صرف میرا نہیں بلکہ جتنے لوگ ساتھ ہوتے تھے سب کے کھانے کا اعلیٰ قسم کا انتظام ہوا کرتا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مجاہدات کا دور

حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ اوّل تھے **وَكَانَ اسْمُهٗ عَبْدَ اللهِ** ان کا نام عبد اللہ تھا اور عبد اللہ وہ نام ہے جس کے بارے میں حدیث میں ہے کہ **اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ عِنْدَ اللهِ عَبْدُ اللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ**[۹] اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نام عبد اللہ عبد الرحمٰن ہے۔ یہ امام المحبت تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی، اُن کے مجاہدات کا زمانہ دیکھیے کہ جب اسلام

۹؎ جامع الترمذی: ۱۱/۲، باب ما یستحب من الاسماء، ایچ ایم سعید

لائے تو اس وقت اسّی ہزار دِینار کے مالک تھے، عرب کے امیر ترین لوگوں میں اُن کا شمار ہوتا تھا، کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس قدر خرچ کیا کہ گھر میں سب کچھ ختم ہو گیا۔

اُن کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ جو آنکھوں سے نابینا ہو گئے تھے ان کے لیے مٹکے کی ٹھیکریوں کو گھس کر دیناروں کی شکل میں گھر میں رکھ دیا تھا، جب وہ دیناروں کے بارے میں حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے پوچھتے تو انہیں ان مٹی کی ٹھیکریوں کے پاس لے جاتے وہ ٹٹولتے اور مطمئن ہو جاتے۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو ٹاٹ کا کُرتہ، ٹاٹ کی لُنگی اور بٹن کی جگہ کانٹے لگے ہوئے تھے، دوسری طرف حضرت جبرائیل امین وحی لے کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ ابو بکر صدّیق ہیں، کیا تم انہیں پہچانتے نہیں؟ عرض کیا: یہ تو مکہ کے امیر ترین لوگوں میں سے تھے آج یہ کس فقیرانہ لباس میں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اس مقام پر اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت نے پہنچایا ہے۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا کیا اس وجہ سے یہ امام المحبّت ہیں، یعنی دُنیا میں جتنی بھی محبت ہے اس کے یہ امام ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا غایت درجہ عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک غزوہ میں جناب نبی کریم سرورِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ذمہ داری اُن کے سپرد ہوئی، اُن کے والد اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نعوذ باللہ حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھے، لیکن حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر واپس چلے گئے، پھر اسلام لانے کے بعد حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک غزوہ میں میں نے تمہاری نگہبانی کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہیں کیا کیوں کہ پہلے مجھے تمہیں مارنا پڑتا تو میں اپنے بیٹے کی محبت میں پیچھے ہٹ گیا۔ تو حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر آپ

میری تلوار کی زد میں آتے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں میں یہ ہر گز نہ دیکھتا کہ آپ میرے والد ہیں بلکہ میں آپ کو قتل کر ڈالتا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا کا پروانہ

اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: میں آیا نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ جاؤ! ابو بکر کو میرا اسلام پیش کرو اور ان سے پوچھو کہ کیا وہ اس حال میں مجھ سے خوش ہیں؟ کہ اسّی ہزار کے مالک تھے آج ٹاٹ پہنے ہوئے ہیں کیا وہ اس حال میں بھی مجھ سے راضی ہیں؟ جیسے ہی سنا کہ ربِّ کائنات نے مجھے یاد کیا اور سلام بھیجا، تو فوراً اُن کی دونوں آنکھیں مُوسلا دھار برسنے لگیں، اور وجد طاری ہو گیا فرمایا کہ اَنَا رَاضٍ عَنْ رَبِّیْ، اَنَا رَاضٍ عَنْ رَبِّیْ اللہ تعالیٰ کو حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو وحی دے کر دوبارہ بھیجا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری سورۃ العصر نازل فرمادی، اور در حقیقت یہ سورت حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں سورۃ العصر کا نزول

وَالْعَصْرِ قسم ہے زمانے کی! اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم اس لیے کھائی کہ زمانہ ووقت بہت تیزی سے گزرتا ہے اور انسان اپنی غفلت کی وجہ سے اس کو بے کار ضایع کر رہا ہوتا ہے، وگرنہ اللہ تعالیٰ تو خالقِ کائنات ہے، اسے قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ تاکید فرمانا چاہتے ہیں۔ آگے فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کہ بے شک سارے انسان خسارے میں ہے۔

"اِنَّ" "لِتَحْقِیْقِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَۃِ الْاِسْمِیَّۃِ" "اِنَّ" جملہ اسمیہ کی تحقیق کے لیے آتا ہے، یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں۔ "اَلْاِنْسَانَ" میں "الف لام" استغراق کے لیے ہے، کہ سارے انسان خسارے میں ہیں، پھر اس کے بعد استثناء فرمایا کہ اِلَّا الَّذِیْنَ

اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[۱۰] اور اعمالِ صالحہ اختیار کیے، گویا حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے عملِ صالح کو معیار قرار دیتے ہوئے پوری سورۃ العصر اُن کی شان میں نازل فرمائی، اسی طرح حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر بھی ستائیسویں پارہ کی آیت کا نزول ہوا، یہ حضراتِ شیخین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے پناہ محبوبیت تھی، کہ ان کے ایمان لانے پر جبرائیل امین علیہ السلام کو وحی دے کر بھیج دیا اور قرآن کی آیت نازل فرمائی۔

مواعظ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک تذکرہ کی وجہ

اپنے بیانات میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر میں اس لیے کرتا ہوں کہ فَاِنَّ الرَّحْمَۃَ تَنْزِلُ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ[۱۱] کہ جہاں پر نیک لوگوں کا ذکر ہوتا ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں مُوسلا دھار بارش کی طرح برستی ہیں چہ جائیکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر وہاں تو اور رحمتوں کا نزول ہوگا۔

خطبے میں آپ حضرات سنتے رہتے ہیں کہ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ[۱۲] ”اَللّٰہَ اَللّٰہَ“ یعنی ”اِتَّقِ اللّٰہَ“ کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اُن کو میرے بعد ملامت کا نشانہ نہ بنانا، یہ شہزادے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کا تاج اُن کے سروں پر رکھ دیا ہے۔

بغضِ صحابہ پر ایک انوکھی تمثیل

اگر کوئی شخص کسی صحابی کے بارے میں اپنے دل میں میل رکھے تو وہ اس بھنگی کی

---

[۱۰] العصر:۱-۳
[۱۱] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۹۵، باب الدعوات، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان
[۱۲] جامع الترمذی: ۲/۲۲۵، باب فی من سب اصحٰب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

مانند ہے جو کہتا ہے کہ آج کل بادشاہ میری نظروں سے گرا ہوا ہے، تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ ارے کم بخت! بادشاہ کے سامنے تیری کیا حیثیت؟ اور تیرے عزت کرنے نہ کرنے سے بادشاہ کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ اگر تو بادشاہ کا احترام کرے گا تو تیری عزت اس سے بڑھ جائے گی۔

جیسے ہارون رشید ایک دفعہ اپنی سواری کے ساتھ گزر رہے تھے، تو ایک بھنگی نے انہیں دیکھا اور کہا کہ آج کل بادشاہ میری نظروں سے گرا ہوا ہے، تو ہارون رشید کو ہنسی آگئی اور کہا کہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو، یہ اپنی اوقات کے اعتبار سے بات کر رہا ہے۔ تو حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ملامت کرنے والا شخص بھی درحقیقت اس بھنگی کی طرح ہے۔

ذرا غور کیجیے کہ یہ بجلی کہاں سے آرہی ہے؟ پاور ہاؤس سے، اب پاور ہاؤس اور اس جگہ کے درمیان جتنے بھی کھمبے ہیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے ان کھمبوں میں سے ان تین کھمبوں کی حاجت وضرورت نہیں، تو بتائیے! کہ بجلی یہاں تک پہنچ پائے گی؟ کبھی بھی نہیں! اسی طرح ہم تک جو قرآن وسنت کا علم پہنچا، حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واسطے سے پہنچا، اگر کسی ایک صحابی کو بھی درمیان سے نکال دیا جائے یا اس پر ملامت کی جائے تو اس کا مطلب اس صحابی کا واسطہ ختم ہو گیا، تو اب دین ہم تک صحیح سلامت کیسے پہنچ سکتا ہے؟ جیسے پاور ہاؤس سے اس جگہ تک ایک کھمبے کے نہ ہونے سے بجلی یہاں تک نہیں پہنچ سکتی، اسی طرح حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو درمیان سے نکال دینے سے یہ شریعت وسنت کا علم محفوظ نہیں کہلائے گا، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[۱۳] میں فرمایا ہے، اس لیے کسی صحابی پر بھی اعتراض انتہائی خطرناک ہے، اور اس سے ایمان ہی کے ہاتھ سے چلے جانے کا خطرہ ہے۔

لطیفہ

جب ہماری لائٹ چلی جاتی ہے تو ہم K.E.S.C کو فون کرتے ہیں، کہ بجلی چلی گئی، تم

---

[۱۳] الحجر:۹

لوگ وہاں بیٹھ کر صرف تنخواہیں وصول کرتے ہو، کچھ کام وغیرہ نہیں کرتے، تو وہاں سے وہ کہتا ہے کہ ہر مہینے آپ کا بل بناتے ہیں اور پھر آپ تک اُسے پہنچاتے ہیں، اس سے زیادہ اور کیا کام کریں؟ بل تو آتا ہے بس کافی ہے۔

تو یہ وہ صحابہ ہیں جن پر نگاہِ نبوت پڑی ہوئی ہے اور انہوں نے اپنی روشن آنکھوں اور قلبِ بینا سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، ہم میں سے اگر کوئی شخص زوال کے وقت سورج کو دیکھ کر آئے تو اس کو گھر کی ٹیوب لائٹ اور روشنی کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی، اسی طرح اُن صحابہ نے جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چشمِ گریاں اور قلبِ بریاں کے ساتھ دیکھا تھا، جب ایک دفعہ کوئی صحابی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھتا تھا تو مطلق کائنات کی نفی کر دیتا تھا، اور نفی بھی ایسی کہ جس کے بعد کوئی نفی نہیں، جسے ایک اللہ والے شاعر نے کیا خوب بیان کیا۔

جو لا کہا وہ لا ہوا وہ لا بھی اس میں لا ہوا
جز لا ہوا کل لا ہوا پھر کیا ہوا اللہ ہوا

جو لَا کہا وہ لَا ہوا، یعنی جب لَا کے ذریعے نفی کی تو مطلق سب غیر اللہ کی نفی کر دی، وہ لَا بھی اس میں لَا ہوا، پھر جس لَا کے ذریعے نفی کی گئی ہے، اس لفظ لَا کی بھی نفی کر دی، جو درحقیقت غیر اللہ کی نفی کی ایک انتہائی صورت ہے، جز لَا ہوا، کُل لَا ہوا، یعنی جز و کُل دونوں کی بھی نفی کر دی۔ پھر کیا ہوا اللہ ہوا، یعنی جب تک مطلق غیر اللہ کی نفی نہیں کروگے، اللہ کی وحدانیت کا عقیدہ پختہ نہیں ہو گا۔

حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کو سورۂ فاتحہ میں جو ہم نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں، معیار قرار دیا گیا، ان جیسی ایمان کی شمع اپنے قلب میں روشن کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے اسی معیار کو اپنانا پڑے گا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ رسالت پر یہ شعر پورے عالم میں مشہور ہوا حتّٰی کہ عالمگیر صورت اختیار کر گیا۔

نقشِ قدم نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے

اس شعر کی عملی تفسیر طواف ہے، حجرِ اسود سے رُکنِ یمانی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعا ثابت ہے، وہ یہ ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ اس کے علاوہ کوئی دُعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، علماء نے جو دیگر دعائیں ذکر کی ہیں وہ اس لیے کہ لوگ وقت ضایع نہ کریں، لیکن اگر کوئی شخص کوئی دُعا بھی نہ پڑھے، بس دِیوانہ وار اُن کے نقشِ قدم پر چلتا چلا جائے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پڑے ہیں، تو اس کا طواف قبول ہو جائے گا، بس شرط یہ ہے کہ نقشِ قدم پر چلے۔ ایک طرف اس کا مرور (گزر ہو گا) اور دوسری طرف اس کا طواف مقبول ہو گا۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا عشقِ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کے ساتھ گزر رہے تھے کہ راستے میں کچھ دیر کے لیے استنجاء کی مشابہت کرتے ہوئے بیٹھے اور پھر چل دیے، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دریافت کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ یہاں اس طرح کیوں بیٹھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں اسی جگہ سے گزر رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر استنجاء فرمایا تھا، مجھے استنجاء کی حاجت تو نہ تھی، لیکن جب میں یہاں سے گزرا تو مجھے فوراً وہ منظر یاد آگیا تو میں نے ان کی ادا کی نقل کی اسی کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ؎

نقشِ قدم نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو یہاں تشریف فرما ہوئے اور آپ علیہ السلام کی نقل کی، اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وصحبت نہ اُٹھاتے تو استنجاء کے آداب امّت تک کیسے

پہنچتے؟ اس لیے عملی زندگی تب ہی بنتی ہے جب اپنے بزرگوں کی عملی زندگی کو صحبت میں رہ کر مشاہدہ کیا جائے کیوں کہ واسطہ در واسطہ یہ عملی زندگی دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نقل ہے، اور ان ہی کا نقشِ قدم ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی صحبت میں رہنے کے فوائد وثمرات تو ہیں ہی، لیکن ان حضرات کا تصوّر بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی زیارت کے رُوحانی فوائد تو ہوتے ہی ہیں، لیکن جن مقامات کو اللہ والوں نے اپنا مسکن بنایا ان مقامات کو دیکھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی طرف بہت جلدی جلدی جارہے ہیں، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کی تفسیر ”معارف القرآن“ مشہور ہے، اُن کو دیکھ رہے ہیں، دیکھا کہ دور سے کھڑے ہو کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی اور پھر واپس جارہے ہیں، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتنی دور سے آئے ہیں، ملاقات تو کرلیں، واپس کیوں جارہے ہیں؟ تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے ملازمت پر وقت پر پہنچنا ہے، اور مجھے دیر ہو رہی ہے، بس! جس ذات کو دکھانے کے لیے حاضر ہوا تھا اُس نے دیکھ لیا اور جس کو راضی کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا وہ ان شاء اللہ مجھ سے راضی ہو جائے گا۔

آنکھوں کی تم نے پی نہیں
آنکھوں سے تم نے پی نہیں

یہ وہ خانقاہ ہے جہاں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے تینتیس سال گزارے، اگر ذرا محسوس کیا جائے تو اب تک اُن کے انوارات کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ جب اندر کے حجرے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز تھی تو اس وقت حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جو کیفیات اور احوال تھے اس حجرے میں جاتے ہی سارا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ جب کوئی آتا تھا تو زبان تو بند ہو گئی تھی، لیکن اپنے دستِ مبارک سے اشارہ فرما کر اکراماً اس کے حال احوال پوچھ لیا کرتے تھے، اور اس طرح

آنے والے کی دل جوئی فرماتے تھے، گویا بزبانِ حال یہ فرماتے کہ کیسے ہو؟ زبان تو میری بند ہو گئی ہے، لیکن اشارہ سے ہی آپ کا حال پوچھ لیتا ہوں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے میری زبان کو بند کر دیا تو میرا بال بال زبان بن گیا۔ اور واقعتاً ایسا ہی تھا کیوں کہ نہ بیان، نہ کلام، بس جس پر نظر پڑتی تھی اس کی ہدایت کا آغاز ہو جاتا تھا، جو شخص کل تک مغربی حُلیہ میں اور گناہوں میں غرق ہوتا تھا تھوڑے ہی عرصے میں سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزیّن ہو جاتا تھا، کیوں کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمر بھر اُن کے نقشِ قدم پر چلے، جن کا نقشِ قدم ساری کائنات میں سب سے زیادہ محبوب تھا، تو اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے پیارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی لاج رکھی، وہیں پر اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی بھی لاج رکھی کہ اب جو ان کے نقشِ قدم پر چلے گا اس کے نقشِ قدم کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دیا جائے گا۔

افسوس کہ لوگ دنیا سے چلے جانے کے بعد قدر کرتے ہیں، جب حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا وِصال ہوا تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ؂

اڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گیا پر ہاتھ میں

جب حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وِصال ہوا تو حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ اُن کی خانقاہ کے ستون کو پکڑ کر زار و قطار رونے لگے اور یہ شعر پڑھا ؂

جو تھے نُوری وہ گئے اَفلاک پر
مثلِ تلچھٹ رہ گیا میں خاک پر
بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا
بوم ویرانے میں ٹکراتا رہا

یہ حضرات وِلایت کی خطِ منتہا پر فائز تھے، اپنی آخرت کے لیے دُنیا میں رہتے ہوئے مجاہدات کیے، خود بھی اللہ والے بنے اور دوسروں کو بھی وِلایت دے گئے، دُنیا میں اپنے نام، شہرت اور

مرتبہ کی کوئی پروانہیں کرتے تھے۔

ایک بڑھیا نے امامِ ربّانی حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی کہ آپ اس زمانے کے غوث ہیں، قطب ہیں، ابدال ہیں۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابھی میری تعریف مت کرو، آخرت میں جا کے معلوم ہو گا کہ میرا اللہ کے نزدیک کیا مقام ہے۔ جب اللہ تعالیٰ حسابِ یسیر فرمائیں اور جنّت میں داخلہ مقدّر فرمادیں، تو وہ ہے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ بڑی کامیابی، پھر یہ شعر پڑھا کہ؎

ایمان چوں سلامت برلبِ گور بریم

احسنت بریں چستی و چالاکی ما

کہ ہم تعریف کے قابل اُس وقت ہوں گے کہ جب ایمان کی سلامتی کو قبر تک لے جائیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تجویز کردہ تکبّر کا علاج

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکبر کا علاج یہ ہے کہ یوں کہا کرو میں ساری دُنیا کے مسلمانوں اور جانوروں سے بدتر ہوں فی الحال اور تمام دُنیا کے کافروں سے بدتر ہوں فی المآل، کیوں کہ ساری دُنیا کے مسلمانوں میں سے کس مسلمان کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے؟ مجھے معلوم نہیں، جب کہ اگر مجھے قیامت کے دن معاذ اللہ جہنم میں ڈال دیا گیا تو جانور مجھ سے بہتر ہوئے، کیوں کہ وہ اعمال کے مکلّف نہیں۔

اسی طرح فی الحال تو الحمد للہ بوجہ توفیقِ اسلام میں کفار سے افضل ہوں وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ[۱۴] کہ ایک مؤمن غلام بہر حال مشرک سے بہتر ہے، اگرچہ وہ مشرک کتنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہو، تو فی الحال میں کفار سے افضل ہوں لیکن خاتمہ کا علم نہیں ہو سکتا کہ میرا خاتمہ بُرا ہو جائے اور کوئی کافر مسلمان ہو کر اللہ کا پیارا بن کر آخرت میں سرخرو ہو جائے۔

---

[۱۴] البقرۃ:۲۲۱

اس لیے کہ اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے، تمام اعمال کا نتیجہ خاتمہ کے بعد ظاہر ہوگا **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ**[۱۵] کہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ اگر خاتمہ ایمان بالخیر پر ہوا تو ان شاءاللہ ایک نہ ایک دن جنت میں داخلہ ضرور مقدر ہوگا، جب کہ اگر خدانخواستہ خاتمہ ہی خراب ہوگیا تو ساری زندگی کے جتنے اعمال بھی کیے ہوں گے اکارت ہوجائیں گے۔

حتّٰی کہ ایک شخص کا واقعہ احادیث میں آتا ہے جو بڑی بہادری سے جہاد میں لڑ رہا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا فلاں شخص بڑی بہادری سے جنگ میں لڑ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی خاموش رہو، پھر اس شخص کا ایک ہاتھ کٹ گیا، اور کٹ کر لٹک گیا، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کا ایک ہاتھ کٹ کر لٹک گیا ہے، آپ نے فرمایا کہ ابھی صبر کرو، پھر اس شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ جب ہاتھ کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی تو وہ اس کو برداشت نہ کرسکا اور اپنی تلوار سے خودکشی کرلی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ** کہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ اس لیے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

خواب کی حقیقت حضرت علامہ ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

آج کل ہم سارے فیصلے دنیا ہی میں کرلیتے ہیں، بس تھوڑا سا کوئی خواب آگیا تو اپنے آپ کو وقت کا ولی اللہ اور غوث وقطب سمجھنے لگتے ہیں اور بعض لوگ تو خوابوں پر بے انتہا یقین کرلیتے ہیں اور اس کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، حالاں کہ خواب شریعتِ مطہّرہ میں حجّت نہیں، تاہم انبیاء علیہم السلام کا خواب حجّت ہے، جیسے ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا تو حقیقت میں اس کی

۱۵ صحیح البخاری: ۲/۹۷۷-۹۷۸ (۶۶۴۷)، باب العمل بالخواتیم، المکتبۃ المظہریۃ

حجّت ہونے کی بنا پر انہیں ذبح کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کا خواب شریعت میں حجّت نہیں۔

علامہ ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ جو تعبیرِ خواب کے سب سے بڑے محقق گزرے ہیں ان کی کتاب ''تعبیر الرؤیاء'' معروف اور اہلِ علم کے درمیان مقبول ہے، اس کے مقدمہ میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ خواب کی حقیقت یہ ہے کہ **تَسُرُّ وَلَا تَغُرُّ** کہ اچھا خواب تجھے خوش تو کرے لیکن تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ مراد یہ ہے کہ اچھا خواب مؤمن کے لیے پیشگی بشارت ہے، اسے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیے اور قلبی طور پر مسرت کا ہونا ایک امرِ طبعی ہے لیکن **وَلَا تَغُرُّ** کہ یہ خواب تمہیں دھوکے میں ڈال دے کہ اب عمل کی کوئی ضرورت نہیں، کیوں کہ خواب میں بشارت مل گئی۔

حقیقی صحابی اور خوابی صحابی کا فرق

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے کہا کہ حضرت میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے تو کیا میں صحابی بن گیا؟ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جی ہاں تم صحابی بن گئے لیکن ''خوابی صحابی'' بن گئے حقیقی نہیں۔ اس لیے جتنے بھی خواب آئیں یا لوگ کچھ بھی القابات اور تعریفیں کرتے رہیں یہ سوچنا چاہیے کہ یہ دنیا کی تعریف ہے، نہ جانے آخرت میں کیا ہو گا؟

نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے لیکن وِلایت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، جو بھی ولی کامل بننا چاہے، بلکہ ولایت کی خطِ منتہا تک پہنچنا چاہے، اب بھی پہنچ سکتا ہے۔ یہ دنیا کا قانون ہے کہ ایک اللہ والا مصلح جاتا ہے، اس کی جگہ دوسرا اللہ تعالیٰ پیدا فرمادیتے ہیں، دیکھیے! حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے جارہے ہیں اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہورہے ہیں۔ گویا روئے زمین کبھی بھی اللہ والوں سے خالی نہیں رہتی، حتیٰ کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تک اس سرزمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا ہے، قیامت برپا نہیں ہو سکتی۔

لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے لیے آنکھ ہو، جو اللہ والوں کو پہچان لے، اللہ والوں کی

پہچان یہ ہے کہ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ [۱۶] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ والوں کی پہچان یہ ہے کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے، دُنیا سے بے رغبتی ہونے لگے، آخرت کی فکر پیدا ہو جائے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی کیفیت رہتی تھی، جو بھی آتا تھا اپنے اندر آخرت کی فکر لے کر جاتا تھا اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی آگ لگ جاتی تھی، بلاشبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدّعوات تھے، یہی وجہ تھی کہ تمام اکابر علماء وبزرگانِ دین کے محبّت بھرے خطوط حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو موصول ہوتے تھے، جن میں دُعا کی درخواست بھی ہوتی تھی۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مربّی اوّل حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ ایک خط میں کئی کئی بار دعا کی درخواست کرتے اور آخر میں احقر کا بھی ذکر فرماتے کہ ”مولوی محمد مظہر میاں سلّمہٗ بہت یاد آتے ہیں اُن سے میرے لیے دعا کروائیں، اُن کو میرا سلام پہنچائیں“۔ وہ سارے خطوط ان شاءاللہ ”خاص نمبر“ میں شایع کیے جارہے ہیں۔

یہ تو ان عظیم المرتبت ہستیوں کی وُسعتِ ظرفی تھی کہ ہم جیسے نالائقوں سے دعا کی درخواست کررہے تھے، حقیقت یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں، لیکن بزرگوں کی نظر پڑی ہوئی ہے، اگر سورج کی شعاعوں سے مٹی میں چمک پیدا ہو جائے تو یہ مٹی کا کمال نہیں بلکہ سورج کا کمال ہے۔

اسی طرح والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مربّی ثانی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں جب بھی مجھے دیکھتے تو اپنے پاس بلاتے سر پر نہایت شفقت و محبت سے ہاتھ پھیرتے اور جب شدید علیل تھے تو مجھے بلا کر اپنے سینے پر میرا سر رکھتے اور تھپتھپاتے رہتے اور مسلسل دعائیں دیتے رہتے۔ اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو یہی فرماتے کہ ”مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلّمہٗ میرے اکلوتے بیٹے ہیں، جس شخص کی ایک آنکھ ہو وہ اس کی کتنی زیادہ قدر کرے گا“۔ خصوصاً جب سفر سے واپس آتے ہوئے کبھی دیر ہو جاتی تو کئی کئی گھنٹے انتظار فرمایا کرتے تھے اور جب تک واپسی نہ ہوتی اور ایک دفعہ آنکھ بھر کر نہ دیکھ لیتے اور

---

[۱۶] سنن ابن ماجۃ: ۲۳۹،۲۴۰(۴۱۱۹)،باب من لا یؤبہ لہ،المکتبۃ الرحمانیۃ

معانقہ نہ فرمالیتے کبھی سوتے نہیں تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وِصال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں سب سے زیادہ کس سے محبت فرماتے تھے؟ اور زندگی میں نماز پڑھانے کا حکم کس کو دیا تھا؟ جب امامتِ صغریٰ کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا تو امامتِ کبریٰ کے لیے بھی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں گھر میں بیعت ہوں گا، پھر بعد میں وہ بھی مسجد میں علی الاعلان بیعت ہوگئے، بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ ایک نہایت کڑا وقت تھا، لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈٹے رہے اور اعلان فرمادیا کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک رسّی زکوٰۃ میں دیا کرتا تھا اگر اب نہیں دے گا تو اس کے خلاف بھی جہاد کروں گا۔

تو اس کڑے وقت میں جو طاقت و قوت پیدا ہوئی اس کی وجہ یہی تھی کہ اجتماعیت تھی اور مرکزیت قائم تھی، جس کی وجہ سے کفار کے سارے شیطانی حربے فیل ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقلِ سلیم، قلبِ سلیم اور فہمِ سلیم عطا فرمائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنّت کو زندہ کرنے اور اس پر مر مٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کر کے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ اَوِاعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقر عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْيَةِ وَهِيَ مَا دُوْنَ الْقَبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بد نظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آبھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بدنظری کرنے والے پر
اور جو خود کو بدنظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بد نظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ و رسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِي الصُّدُوۡرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰه اَللّٰه پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں صرف اپنے احکامات ماننے اور گناہوں سے بچنے کے لیے بھیجا ہے، اور ان پر عمل کے بدلے میں جنت دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اور اسی میں آخرت کی کامیابی رکھی ہے۔لیکن انسان کو نفس اور شیطان گناہوں میں پھنسا کر نیک اعمال سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ اسے آخرت کی تیاری کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اپنے وعظ ''شاہراہِ آخرت پر کامیابی کا سفر'' میں دنیا کمانے کی شرعی حُدود بیان کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا حوالہ دیتے ہیں کہ آخرت میں اس کا کوئی حصّہ نہیں ہوگا جس کی ساری کوشش ومحنت دُنیا ہی کے گرد گھومتی ہو، آخرت کی کوئی فکر نہ ہو، لیکن اگر دُنیا بھی کمائیں اور آخرت کی فکر بھی کریں تو پھر مال کمانا اور کاروبار کرنا کوئی بُرا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ ہے کیوں کہ حدیث پاک میں ہے کہ رزقِ حلال کمانا دیگر فرائض کے بعد ایک اہم فریضہ ہے، اس لیے آخرت کی فکر کے ساتھ اگر دُنیا کمائی جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ رزقِ حلال کمانا بُرا نہیں، ہاں دُنیا کی ہوس بُری چیز ہے۔

www.khanqah.org



گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۵۳۰۰، فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

MW006